اختلاف امت کا حل اور فرقہ واریت کا خاتمہ کیسے؟

تحریر: حضرت مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ [آل عمران:۱۰۳]

یہ دکھی امت جو ہر سُو انتشار اور باہم سر پھٹول کا شکار ہے جسے بڑی محنت، بہت زیادہ تگ و دو اور بڑی ہی کوشش سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک امت بنایا تھا اور سب کو ایک پلیٹ فارم پہ جمع کیا تھا۔ یہ امت انتشار اور تفریق کا شکار ہو کر اپنا وقار اور اپنی عزت کھو بیٹھی ہے، اس کا سبب کیا ہے؟ اور اس کے ازالے کی ترکیب کیا ہے؟ کس طرح یہ انتشار ختم ہو سکتا ہے؟ جو آیت میں نے پڑھی ہے۔ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾
''کہ تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور باہم آپس میں تفریق کا شکار نہ ہو''۔

اس آیت میں انتشار کے خطرے سے بھی اللہ نے آگاہ فرما دیا اور اس نزاع اور اختلاف سے بچنے کا ساتھ ہی علاج بھی اللہ ذوالجلال نے متعین فرما دیا، وہ کیا؟ ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''کہ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو'' رب ذوالجلال والاکرام نے نزاع اور جھگڑے کو ختم کرنے ہی کیلئے یہ بات بھی اپنے پاک کلام میں فرما دی کہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ [النساء: ۵۹] ''اگر تمہارا کوئی جھگڑا ہو جائے، اختلاف ہو جائے، معاملہ گڑبڑ ہو جائے تو اس کا حل کیا ہے؟ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لوٹ آؤ۔ جو بات اللہ اور اللہ کے رسول کہہ دیں اس پر تمہیں اپنا جھگڑا ختم کر دینا چاہیے'' ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اگر تمہارا قیامت پر اور اللہ پر ایمان ہے تو پھر تمہارے جھگڑے ختم ہو جانے چاہییں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلے کے مطابق'' اللہ رب العزت نے اس حوالے سے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی ہماری رہنمائی فرمائی لیکن سب باتوں کا استیعاب مقصود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات ۱] ''کہ تمام مومن بھائی بھائی ہیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا: (المسلم أخو المسلم) ''کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے''۔ (بخاری و مسلم)

مسلمانوں کو قومیت، علاقائیت یا شخصی بنیاد پر ٹکڑیوں میں تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔ علاقائی بنیاد ہو، نسبی تعلقات ہوں، لسانی بنیاد ہو یا کسی کے ساتھ شخصی تعلق ہو۔ اس بنیاد پہ تفریق انتشار جھگڑا نزاع نہیں ہونا چاہیے۔'' اسی لئے تو قرآن نے یہ واضح فرما دیا ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ...... الخ﴾ [الحجرات: ۱۳] ''کہ تمہارے باہمی جھگڑنے کیلئے قبیلے نہیں

بنائے یہ تو تعارف کیلئے بنائے'' ۔مگر ہم نے ان کو جھگڑوں کی بنیاد بنالیا۔ یہ فلاں برادری سے ہے۔ یہ فلاں علاقے سے ہے۔
ہماری طرف دیکھو یہ سندھی ہے، یہ پنجابی ہے، یہ بلوچی ہے، یہ سرحدی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی تو یہ رواج ہے نا، علاقائی بنیاد پہ، برادریوں کی بنیاد پہ بھی یہ جھگڑا چل رہا ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے تو حجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں صاف صاف فرمادیا: ''ألا لا فضل لعربي علی عجمي ولا لعجمي علی عربي ولا أسود علی احمر ولا أحمر علی اسود الا بالتقوی'' [مجمع الزوائد:۳/ ۲۶۶] ''کسی عربی کو کسی عجمی پہ کسی عجمی کو عربی پر کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں کوئی فضیلت نہیں ہے۔فضیلت اس بات پہ ہے کہ تم میں اللہ سے ڈرنے والا کون ہے؟ متقی کون ہے؟ پرہیزگار کون ہے؟ اللہ کی اطاعت اور اللہ ذوالجلال کی فرمانبرداری کرنے والا کون ہے؟

آپ دیکھیں۔صحابہ کرامؓ میں دو نسبتیں ایسی ہیں جن کو خود قرآن نے مقدس ٹھہرایا ہے اور اللہ نے ان نسبتوں کی تعریف کی ہے۔وہ کون سی نسبتیں ہیں؟ ا۔مہاجرین کی ۲۔انصار کی

کچھ صحابہ کرامؓ وہ تھے جو مہاجر تھے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور کچھ وہ تھے جو مدینہ طیبہ کے باسی تھے جنہوں نے مہاجرین کو خوش آمدید کہا! اور ان کی خدمت کی ان کو انصار کہا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جگہ جگہ اپنے کلام پاک میں دونوں کی تعریف کی ہے۔مہاجروں کی بھی اور انصار کی بھی اور ان دونوں نسبتوں کو اللہ ذوالجلال نے بڑی مقدس نسبتیں قرار دیا ہے۔لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے دور میں غزوہ بنو المصطلق سے واپسی پر ایک معاملہ ہو گیا (مختصر کرتا ہوں) اور معاملے کے نتیجے میں کوئی تھوڑی سی بدمزدگی اور شکر رنجی پیدا ہوگئی۔ پھر کیا ہوا مہاجر صحابی جهجاه بن جعيد الغفاری نے کہا ''یاللمهاجرين'' (او مہاجرو! میں مہاجر ہوں میری مدد کو پہنچو) اور انصاری صحابی سنان بن یزیدؓ نے مقابلے میں کہا ''یاللانصار'' (او انصار! میری مدد کیلئے پہنچو) یہ کتنی مقدس نسبتیں ہیں۔قرآن ان کی تعریف کرتا ہے۔لیکن جب یہ دونوں نسبتیں حزبیت کا شکار ہوئیں تفریق کی علامت بن گئیں۔ جھگڑے کا سبب بن گئیں؟ معلوم ہے نبی ﷺ نے کیا فرمایا؟ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت یہ بات ارشاد فرمائی۔کہ اللہ والو! یہ تم مجھے بتلاؤ، میرے ہوتے ہوئے (دعوی الجاهلية وأنا بين أظهر كم) ''میرے جیتے جی تم جاہلیت کی باتیں کرتے ہو'' یعنی ان نسبتوں کو بھی حزبیت کے حوالے سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پسند نہیں کیا۔(اللهم اغفر للأنصار اللهم اغفر للمهاجرين) ''اللہ انصار کی بخشش فرما، اللہ مہاجرین کی بخشش فرما'' نام لے لے کہ نبی علیہ السلام نے ان کیلئے دعائیں کیں لیکن جب یہی نسبتیں باہم اختلاف اور آپس میں نزاع کا سبب بنیں، تو کیا فرمایا۔

(ما بال دعوى الجاهلية وأنا بين أظهر كم) [ابن کثیر:۴/ ۳۷۰] ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آپس میں جاہلیت کی باتیں کرتے ہو جبکہ میں تمہارے اندر جیتے جی ہوں، میرے ہوتے ہوئے بھی''۔

یعنی ان نسبتوں کی بنیاد پر بھی حزبیت پیدا ہو جانا گروہی نزاع اور جھگڑے کا پیدا ہو جانا نبی علیہ السلام نے برداشت نہیں کیا۔ جب مہاجر اور انصار کی نسبت سے اس قسم کا نزاع رسول اللہ ﷺ کے ہاں ناقابل برداشت ہے تو پھر اور کون سی نسبت

مقدس ہوسکتی ہے کہ ان نسبتوں کی بنیاد پر ہم جھگڑیں بھی، لڑائی بھی کریں اور باہم نزاعات کا بھی شکار ہو جائیں اور وہ نسبتیں پھر مقدس اور محترم رہیں کہ جی یہ بڑی، اچھی نسبت ہے بڑی محترم نسبت ہے۔ اگر وہی نسبت نزاع اور جھگڑے کا سبب بن جاتی ہے۔تو مذموم ہے۔ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ علماء جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے مہاجر اور انصار تھے۔ یہ تو تھے قبیلے کے اعتبار سے، لیکن اب ایک شخصی اعتبار سے بھی ہم فکری ہم خیالی کا ایک داعیہ اور پیدا ہو گیا تھا صحابہ کرامؓ کے آخری دور میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد دو گروہ بنے۔ ایک کا مرکز عقیدت حضرت علیؓ تھے۔ دوسرے کا مرکز عقیدت حضرت عثمانؓ تھے اور اپنی دونسبتوں کی بنیاد پر بعض ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے میں علوی ہوں میں عثمانی ہوں۔ رجال کی کتابوں میں بھی آتا ہے۔(هو عثمانیؓ، هو علویؓ)یعنی یہ نسبتیں آج بھی کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی پوچھنے والے نے پوچھا(اَنتَ عَلَوِیٌّ ام عُثمَانِیٌّ) آپ کون ہیں؟ آپ کس مرکز عقیدت کے ساتھ وابستہ ہیں۔(اَنتَ عَلَوِیٌّ ام عُثمَانِیٌّ)جواب میں انہوں نے کیا فرمایا(ما أنا بعلویّ ولا عثمانیّ ولکنّی علی ملّة رسول اللّٰہ ﷺ)[الاحکام لابن حزمؒ:٦/٤/١٧]میں ملت عثانی اور ملت علوی پر نہیں ہوں۔ میں تو محمدی ملت پر ہوں۔ میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہوں اور نسبت میری آپ کی بدولت ہے''۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو وہ ہیں جن کو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں دیں (اللّٰهم فَقِّهْهُ فِی الدّین، اللّٰهم فَقِّهْهُ فی الدّین وعَلِّمْهُ التّاویل)''اللہ قرآن مجید کی تفسیر کا علم انہیں عطا فرما۔اللہ انہیں سمجھ، فقہ اور دانائی کی دولت سے سرفراز فرمادے'' یہ دعائیں عبداللہ بن عباسؓ کو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے دیں۔ان سے پوچھنے والے نے انہیں دو شخصی نسبتوں کے حوالے سے پوچھا تو انہوں نے نسبتوں کی بنیاد پر جو ایک گروہی کیفیت ہو چکی تھی اس کو اچھا نہیں جانا بلکہ اس کی تردید کی اور فرمایا کہ ہمیں اس جھمیلے میں نہیں پڑنا چاہیے ہمیں اپنا تعلق نبی کریم ﷺ سے ہی مستحکم کرنا چاہیے۔صحابہ کرامؓ کا تو بہر حال یہی موقف تھا۔صحابہ کرامؓ کیا تصور کرتے تھے؟ وہ بھی یہی جس طرح آنحضور ﷺ نے سمجھایا تھا کہ تفریق نہ تو علاقائی بنیاد پر نہ خاندانی اور قومی بنیاد پر اور نہ ہی شخصی بنیاد پر۔ یہ آپس میں حزبیت کا اثر ان نسبتوں کی بنیاد پر پڑ جائے تو وہ تمہارے لئے زہر ہلاہل ہے وہ تمہارے لئے کسی صورت جائز نہیں۔ یہی فکر نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے صحابہؓ کو دی ہے اور صحابہ کرامؓ بھی اسی فکر پر گامزن رہے۔لیکن جب یہی نسبتیں اور یہی باتیں آگے پھیلیں اور امت میں انتشار بڑھا تو اس انتشار کے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں وہاں اس کا بنیادی سبب یہی کہ مختلف لوگوں نے اپنا مرکز عقیدت کچھ اشخاص کو بنالیا کچھ افراد کو مرکز عقیدت ٹھہرایا اور انہی کے دائرے میں اپنے تمام معاملات اور تمام باتوں کو اسی مرکز عقیدت سے وابستہ کرلیا۔ جسے خود بنایا اور تمام مسائل کے فیصلے انہیں سے کرواتے رہے۔

امت میں پہلا انتشار: امت میں سب سے بڑا پہلا انتشار جو ہوا ہے وہ شیعہ سنی اور رافضی سنی کا ہے اور بھی فرقے تھے۔ لیکن سب سے پہلی اور بنیادی جو چیز پیدا ہوئی۔ امت میں انتشار کا سب سے پہلا داعیہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ عقیدت کے نتیجے میں غلو تھا اور پھر اس کے بعد باقاعدہ ایک فلسفہ ایک (School of tought) ایک فقہی مکتب فکر کہنا چاہیے پھر راہنمائی کے

اصول اور ضوابط اسی فکر کے مطابق وضع کیے گئے۔

انتشار کا بنیادی مسئلہ: ان کا سب سے بنیادی مسئلہ جو تھا وہ مسئلہ امامت تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا ایک رسالہ (**المقالة الوضية في النصيحة والوصيّة**) کے نام سے ہے۔ انہوں نے اس میں ایک بڑی مزیدار بات لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں: حالت کشف میں میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو میں نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا کہ حضور ﷺ یہ رافضی حضرات آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ بڑی ہی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں، آپ کا ان کے بارے میں کیا فرمان ہے۔ اپنے اس اشکال کا ذکر جناب نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے کیا، شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: "**فرمودند که مذهب ایشان باطل است بطلان مذهب ایشان از لفظ امام مے شود**" "نبی علیہ السلام نے فرمایا: "رافضیوں کا مذہب" باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے"۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: بات ختم ہوئی میں نے اس مسئلے پر غور کیا تو غور وفکر کے نتیجے میں اس بات پر پہنچا۔ کہ سارے فتنے اور سارے مسائل کا حل اور جھگڑے کا اصل سبب یہی مسئلہ امامت ہے۔ امامت کے مسئلے میں وہ کیا کہتے ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے: کہ وہ امام کو معصوم کہتے ہیں جیسا کہ اصول کافی (۲۰۳/۱) میں ہے حتی کہ باقر مجلسی نے یہاں تک لکھا ہے کہ:

"**بدان که اجماع علماء امامیه منعقد ست بر آنکه امام معصوم ست از جمیع گناهان صغیره و کبیره از اول تاآخر عمر خواه عمدا خواه سهوا**" [حیات القلوب: ۱۶/۳ نولکشور باب اول فصل دوم درعصمت]

"خوب جان لو کہ علمائے امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہ سے، ابتدا سے آخر عمر تک چاہے عمداً ہو یا سہواً"

شاہ صاحب یہی فرماتے ہیں (پہلی بات) کہ میں نے غور کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ وہ تو اپنے امام کو معصوم سمجھتے ہیں، جب کہ ہم انبیاء کے معصوم ہونے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ "سھو" ان سے ہوسکتا ہے تبھی تو سجدہ سھو ہے نا۔ لیکن وہاں کیا ہے، ہمارے امام سے خطا نہیں ہوتی نہ سھو۔ (اللہ اکبر) نبی سے بھی ایک درجہ اوپر اتنا امام کو محفوظ بنا دیا گیا۔ دوسری بات یہ کہ اس کے ساتھ ساتھ امام کی اطاعت اسی طرح فرض ہے۔ جس طرح نبی کی اطاعت فرض ہے۔ جس طرح نبی امت پر اور کائنات پر حجت ہوتا ہے۔ اسی طرح امام بھی لوگوں پر حجت ہوتا ہے۔ حجت یہاں فقہی اصطلاح میں نہیں بلکہ مخالف ومعاند کے عذر کے ابطال کیلئے کہ ہمارے پاس تو کوئی سمجھانے، بتلانے والا نہیں آیا۔ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [النساء: ۱۶۵] "کہ ہم نے رسول بنائے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تا کہ رسول بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر لوگوں کیلئے کوئی الزام نہ رہے" کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہود ونصاریٰ سے فرمایا کہ: اے اہل کتاب! ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کی تاخیر کے زمانہ میں آپہنچا ہے۔ جو تمہارے پاس صاف صاف بیان کرتا ہے۔ تا کہ تمہاری یہ بات نہ رہے کہ ہمارے پاس بھلائی برائی بتانے والا ہی

نہیں آیا یقیناً خوشخبری سنانے والا اور خبردار کرنے والا آپہنچا ہے۔[المائدہ:۱۹]

اس معنی میں کتاب الٰہی نہیں، بلکہ اتمام حجت کیلئے نبی ہوتا ہے۔سورۃ البینہ میں ہے:﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (البینۃ:۱)''اہل کتاب کفار اور مشرکین اپنے کفر سے باز آنے والے نہیں تھے جب تک ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی (یعنی) ایک اللہ کا رسول ﷺ جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے''

یہاں بھی اتمام حجت کیلئے واضح برہان رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا ہے۔یہی ہمارا مقصد ہے کہ جن وانس پر اتمام حجت کیلئے انبیاء کرام ہیں۔مگر روافض کہتے ہیں کہ ہمارے امام بھی حجت ہیں بلکہ یہ بھی کہ اللہ ذوالجلال خود امام بناتا ہے جس طرح اللہ نے نبی بنائے ہیں اسی طرح امام کو بھی امامت کے درجے پر تفویض اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔جس طرح نبی کی اطاعت اور فرمانبرداری ضروری ہے اسی طرح امام کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی ضروری ہے۔اور ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب اس پر باطنی طور پر وحی آتی ہے، البتہ ظاہری طور پر وحی نہیں آتی، وحی آتی ہے، پیغام آتے ہیں۔رب کی طرف سے احکام ان کو ملتے ہیں۔اور حلت وحرمت کے مسائل وہ بتلاتے ہیں۔اسی طرح جس طرح اللہ کے انبیاء پر وحی آتی ہے۔اور حلت وحرمت کے مسائل انبیاءؑ بتلاتے ہیں اسی طرح ائمہ بھی۔شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔کہ نبی علیہ السلام کے ایک ہی اشارے سے میں رافضیت کے مسئلے کو سمجھ گیا کہ ساری بنیاد تفریق کی وہ کیا ہے؟ یہ مسئلہ امامت ہے اور سچی بات ہے کہ اگر یہ مسئلہ امامت نہ ہو تو پھر تحریف قرآن کا مسئلہ نہیں ہے تو مسئلہ امامت حل ہو جائے۔صحابہ کرامؓ کی عدالت زیر بحث نہ رہے۔یہ مسئلہ حل ہو جائے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی وراثت کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے وہ فدک کا مسئلہ ہو یا وراثت کا یا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی وصیت کا مسئلہ ہو، جو بھی ہے حتی کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بیٹیوں کا مسئلہ بھی اسی مسئلے کی وجہ سے موضوع بحث بنا ہوا ہے۔امامت کی وجہ سے۔بلکہ حضرت حسینؓ کی شہادت بھی نہ ہوتی اگر مسئلہ امامت حل ہو جاتا، یہی وجہ ہے کہ رافضی صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کرتے ہوئے کہتے: حسینؓ تیرے قتل کی بنیاد سقیفہ (نعوذ باللہ) اگر امامت کا مسئلہ حل ہو جائے یعنی حضرت علیؓ امام بن جائیں تو پھر صحابہؓ بھی عادل قرآن بھی محفوظ، وراثت کا مسئلہ بھی ختم، بیٹیوں کا مسئلہ بھی ختم، لیکن جب یہ مسئلہ حل نہیں ہوا تو اب قرآن بھی محفوظ نہیں ہے۔صحابہؓ کی عدالت بھی محفوظ نہیں ہے اور نبی علیہ السلام کی وصیت سے بھی یہ سارے منحرف ہو گئے۔(معاذ اللہ) نبیؐ کی بیٹیاں بھی نہیں ہیں، کیونکہ اگر نبیؐ کی بیٹیاں مان لیں تو پھر کیا ہے ایک بیٹی حضرت ابو العاصؓ کے نکاح میں، دو بیٹیاں حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں ہیں۔پھر تو جناب ان دونوں کو بھی محترم ماننا پڑے گا، اور وہ ہم ماننے کیلئے تیار نہیں۔یعنی اصل مسئلہ نزاع کیا ہے۔رافضیوں کے ہاں اور اہل سنت کے مابین جس طرح شاہ صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ لفظ''امامت'' ہے اور سارے اختلافی مسائل اکثر وبیشتر وہ اسی ایک لفظ امامت کے اردگرد پھیلے ہوئے ہیں یہ مسئلہ حل ہو گیا تو گویا شیعہ سنی مسئلہ ختم۔جب یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا شیعہ سنی نزاع رہے گا۔یہ ختم ہونے والا نہیں بات سمجھ گئے نا۔نزاع کا اصل منبع کیا ہے جب یہ نزاع ہے یعنی یہ بنیاد ہے یہ سبب ہے تو یہ نزاع بھی ختم ہونے والا نہیں ہے بذات خود یہ موضوع ایک مقالے کا محتاج ہے۔ایک طویل گفتگو کا محتاج ہے یہ امامت کا مسئلہ اس میں بہت سی تفصیلات ہیں کیا عقائد ہیں کیا افکار ہیں اپنی جگہ ایک

موضوع بحث ہے لیکن میں تو صرف یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ جو نبی ﷺ سے پوچھا؟ حضرت شاہ صاحب نے کہ جی اس مسئلے کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ یہ جو آپ کے ساتھ عقیدت کا دعویٰ، آپ کے اہل بیت کے ساتھ عقیدت، آپ کے نواسوں کے ساتھ عقیدت بیٹی کے ساتھ محبت اور حضرت علیؓ کے ساتھ پیار اور غلو کی حد تک پیار کا اظہار کرتے ہیں آپ کی اس بارے میں رائے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بس ایک لفظ امام کو سمجھ لو۔ رافضیت کی حقیقت تمہارے سامنے بالکل نمایاں ہو جائے گی۔

بھائیو! اب اس کے آگے چلیں یہ مسئلہ امامت، اختلاف کی بنیاد بنا اور کس کے مابین؟ اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین، اس کے بعد یہی اہل سنت جب مزید ٹکڑیوں کا، مزید گروہ بندیوں کا شکار ہوئے تو معاف کیجئے وہاں بھی اصل مسئلہ یہی امامت کا ٹھہرا ہے۔ وہاں نزاع کا مسئلہ وہاں جھگڑے کا سبب آپس میں سر پھٹول کا میدان جو گرم ہے وہ کس بنیاد پہ ہے اسی مسئلہ امامت کی بنیاد پر، امت مختلف اماموں میں تقسیم ہو کر رہ گئی، بٹ کر رہ گئی، کسی نے ایک امام کو، کسی نے دوسرے امام کو، کسی نے تیسرے امام کو، کسی نے چوتھے امام کو اور کسی نے ایک اور امام کو اپنا مرکز عقیدت بنایا ہے۔ اس دائرے میں اتنا تشدد اور اتنا جمود اس کے بارے میں سختی اور حزبیت کی انتہا کہ العیاذ باللہ پھر ہر ایک کی جو جو فکر تھی اس کو دوسری فقہ پر حاوی کرنے کیلئے جو تگ و دو کی گئی، جو موضوع (من گھڑت) روایات بنائی گئیں۔ اپنے امام کو اوپر اٹھانے اور چڑھانے اور دوسروں کو گرانے میں جو کوشش کی گئی یہ تو ایک میدان ہے وسیع میدان ہے جو بہت سی مجلسوں کا متقاضی ہے کہ پھر کیا کچھ ہوا، آپ اندازہ کریں کہ جناب اس مسئلہ امامت کے نتیجے میں یہاں تک کہنے والوں نے کہا ہے اپنے ایک امام کے حوالے سے۔ کہ ہمارے امام صاحب بیت اللہ میں پہنچے اور بیت اللہ میں جا کر انہوں نے ایک قدم پر کھڑے ہو کر نصف قرآن مجید پڑھا اور دوسرا پاؤں اٹھا کے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نصف قرآن پڑھا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے، تو اللہ ذوالجلال کی طرف سے آواز آئی کہ اے میرے بندے تو نے اتنی تکلیف کی ہے (قد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علی مذھبک الی یوم القیامۃ) [الدرالمختار: ۱/ ۵۱] ''ہم نے تجھ کو بھی معاف کر دیا اور جو تمہارے مذہب پر ہوگا قیامت تک ان کو بھی معاف کر دیا''۔ بتلایئے جب ایک امام کی عقیدت کے نتیجے میں یہ بشارت اللہ سے مل جائے تو ہم کیوں اس امام کی پیروی نہ کریں۔ اس امام کا ساتھ کیوں نہ دیں کیوں دوسرا رخ اختیار کریں پھر تو ہمیں اس کے ساتھ جانا چاہیے جس کے بارے میں یہ اللہ نے بشارت دی کہ قد غفرنا......... یہی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے دیکھئے (بہت مختصر کرتا ہوں وقت کی نزاکت کی پیش نظر) عقیدت مند کہتے ہیں انہی کے بارے میں (ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی) [الدرالمختار] کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''سارے انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں (محمد ﷺ پر) اور میں ابوحنیفہؒ پہ فخر کرتا ہوں جو ابوحنیفہؒ سے محبت کرے گا وہ گویا مجھ سے محبت کرے گا اور جو اس سے بغض رکھے گا وہ گویا مجھ سے بغض رکھے گا''۔ اب جناب کیوں نہ ہمارا مرکز محبت امام صاحب ٹھہریں سوچئے نا جب یہ لوریاں اور تھپکیاں دے دے کر سمجھایا جائے کہ جناب یہ مرکز عقیدت بنا لو اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو اس سے ہم کیسے ٹوٹیں، کیسے ہم اس سے اختلاف کریں۔ بلکہ اس سے آگے پھر دیکھئے کہ اسی عقیدت کے نتیجے میں یہاں تک کہنے والوں نے کہہ

دیا (اللہ ہمیں سمجھ عطا فرمائے) کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے تو وہ بھی امام ابوحنیفہؒ کی پیروی میں آئیں گے۔ بلکہ حضرت ابن عباسؓ سے امام ابواللیث سمرقندی نے ''النوازل'' میں نقل کیا: (**یکون بعد النبی ﷺ نور یکنی ابو حنیفةؒ یُحی دینُ اللّٰه وسنةُ رسول اللّٰه ﷺ علی یده**) [النوازل: ۳۷۸] ''کہ نبی ﷺ کے بعد ایک آدمی ابوحنیفہ ہوگا جو دین کا احیاء کرے گا اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرے گا''۔

یعنی نبی علیہ السلام کی احادیث بنا بنا کر اپنی طرف سے فرضی اور جھوٹی مناقب میں گھڑی گئیں۔ اور مناقب میں یہاں تک کہا گیا آپ حیران ہوں گے۔ (**قیل ویوم توفی ابو حنیفه ولد الامام الشافعیؒ فعدّ من مناقبه**) کہ امام صاحب کے مناقب میں یہ بات بھی شمار کی گئی ہے کہ امام شافعی اس وقت پیدا ہوئے جب امام صاحب فوت ہو گئے تھے گویا امام ابوحنیفہؒ کے احترام میں پیدا ہی نہیں ہوئے یہ بات بھی امام صاحب کے مناقب میں شمار ہوئی۔ دوسری طرف (شوافع) کیا کہتے ہیں؟ وہ اس کے برعکس کہتے ہیں: بہرحال بات اسی پہ رہنے دیں۔ گویا کہ یہ پیدا ہونا بھی ان کی اپنی مرضی پر موقوف تھا۔ (انا اللہ) ہم تو یہ کہتے ہیں کہ پیدا ہونے کا وقت اور جینے اور مرنے کا وقت اللہ کے ہاتھ میں ہے کسی کو کوئی علم نہیں ہے لیکن یہاں کیا ہے۔ یعنی اس کو بھی ایک منقبت کا درجہ دے دیا گیا۔ بلکہ اس سے بھی آگے دیکھئے ایک بڑے مولوی صاحب جن کو شیخ الاسلام کہا گیا ہے۔ وہ کیا فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: (**یجب علی اهل الغرب والشرق بل علی کافة الخلق ان یتخذوا ابا حنیفة اماماً وعقیدته دیناً وقوله مذهباً حیث لا یبغون عنه حولا ولا یریدون به بدلاً**) [**مقدمة کتاب التعلیم**: ۲] ''کہ پورے مغرب اور مشرق میں بسنے والے انسانوں پر واجب ہے بلکہ پوری مخلوق پر (انسانیت پر) کہ وہ امام ابوحنیفہ کو اپنا امام بنائے اور اسی کے عقیدے کو اپنا دین، ان کے قول کو اپنا مذہب بنائے اس حیثیت سے کہ وہ پھر اس سے بدلنے نہ پائیں''۔

اس طرح وہ امام کے اقوال اور اعمال پر پکے رہیں ان کو نہ چھوڑیں یہ ایک صاحب کہتے ہیں۔ ادھر اس کے مقابلے میں ایک اور صاحب بھی ہیں۔ وہ کون ہیں معمولی آدمی وہ بھی نہیں ہیں بلکہ وہ بھی بڑے ہیں۔ وہ ہیں امام الحرمین عبدالملک جوینیؒ۔ وہ کیا کہتے ہے۔ بالکل اسی بحر میں، اسی اسلوب میں، اسی زبان میں۔ (**انه یجب علی کافة العاقلین وعامة المسلمین شرقا وغربا وبعدا وقربا انتحال مذهب الشافعی**) [**مغیث الخلق ص**: ۱۶] کہ تمام مشرق و مغرب نزدیک اور دور میں بسنے والے جتنے انسان ہیں وہ اپنا امام امام شافعی کو بنائیں اب بتلائیں کہ ایک صاحب فرماتے ہیں امام شافعیؒ کو امام بنائیں دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو اپنا امام بناؤ۔ لڑائی نہ ہو تو اور کیا ہو، جھگڑا نہ ہو تو اور کیا ہو۔ پھر مسئلہ یہاں تک نہیں ہے غور کریں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ اتھارٹی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو کہا کہ میں نے آپ کو پوری انسانیت کیلئے ''بشیر ونذیر'' بنایا۔ لیکن ہم کیا کہیں کہ پوری مخلوق حنفی بن جائے۔ پوری مخلوق شافعی بن جائے، ہمارا داعیہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ساری مخلوق محمدی بن جائے (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ﷺ کی پیروی کریں، نبیؐ ہی کی تابعداری اور فرمانبرداری کریں لیکن یہاں کیا ہے کہ ہمارے اس امام کی تابعداری کریں۔

بلکہ مسئلہ اس سے بھی آگے نازک تر ہے جو آپس میں باہمی کتابیں لکھی گئیں ان کو متحقق کرنے کیلئے لوگوں کو ان کی طرف مائل کرنے کیلئے کہا گیا کہ بس تمہارے لئے یہی کافی ہے جس طرح آج کل بھی کہتے ہیں نا یہ فقہ نچوڑ ہے قرآن وسنت کا، گویا جو ماخذ ہے وہ پیچھے چلا گیا جو ماخوذ ہے وہ مقدم ہو گیا۔ یا یوں سمجھئے کہ جو چیز لامحدود ہے اس کو تو وہ قرب حاصل نہیں ہو پایا جو محدود کو حاصل ہو گیا۔ یہ چار میں محدود ہی ہے نا۔ وہ لامحدود اصول ہیں وہ متاخر ہو کر رہ گئے یہ کیا اصول ہوا؟ یہ کیا ضابطہ ہوا؟ آپ دیکھیں کہ اسی بحر پہ اسی اصول پہ پھر کتابوں کو متعین کیا گیا۔ یہ تو آپ کے ہاں چلتا ہے معروف قول ہے سب جانتے ہیں ''الهداية كالقرآن'' آپ حیران ہونگے المهذب کا مصنف امام ابو اسحاق شیرازی بہت بڑا نام ہے شوافع میں، علماء جانتے ہیں۔ ہاں المهذب کے بارے میں ابو اسحاق شیرازی خود کیا کہتے ہیں۔ ہدایہ کے بارے میں مشہور شعر کی تاویلیں تو آج شروع ہو گئیں ہیں کہ جی یہ تو ایک شاعرانہ کلام ہے۔ یہ بات کہہ کہ جان چھڑا لی لیکن اب امام شیرازی کے بارے میں کیا کہو گے؟ امام شیرازی کہتے ہے (لو عرض هذا الكتاب الذي صَنَّفْتُهُ وهو المهذب على النبي ﷺ لَقَالَ هذا شريعتي التي امرت بها امتي)[طبقات الشافعية ٣/٩٥] اگر مہذب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش کی جائے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرمائیں یہی تو میری شریعت ہے۔ یعنی یہ کون کہہ رہا ہے معمولی مولوی نہیں۔ امام ابو اسحاق شیرازی المهذب کے مصنف، یہ المهذب کیا ہے۔ فقہ شافعی کی امہات الکتب میں شمار ہوتی ہے جس کی شرح علامہ نوویؒ نے ''شرح المهذب'' کے نام سے کی تقریباً نو (۹) جلدوں میں اسی کتاب کے بارے میں امام ابو اسحاق شیرازی یہ کہتے ہیں۔ اب آئیں ایک اور امام کے بارے میں وہ کون ہیں حضرت امام مالکؒ، ان کی فقہ کی کتاب فقہ مالکی کی امہات الکتب میں سب سے بڑی کتاب المدونہ ہے اس کے بارے میں کیا کہا گیا: ایک صاحب کہتے ہیں۔ ''مامن حكم نزل من السماء الا وهو في المدوّنة''[نيل الابتهاج: ٨١] ''آسمان سے جو بھی اللہ نے حکم نازل کیا ہے وہ مدونہ میں موجود ہے''۔

سارے احکام وہ جتنے بھی ہیں سارے کے سارے مدونہ میں موجود ہیں تمہیں اور کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے نہ جاؤ شافعی کی طرف نہ جاؤ حنفی کی طرف نہ جاؤ کسی اور کی طرف جب سارا دین یہاں سے مل رہا ہے تو کسی اور طرف جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ساری بات کتاب وسنت کی، دین کی ہماری کتابوں میں ہے۔ ایک اور صاحب کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں: ''انما المدونة من العلم بمنزلة ام القرآن '''' کہ علم کی جتنی تدوین شدہ کتابیں ہیں ان کتابوں میں مدونہ کی وہی حیثیت ہے جو قرآن مجید میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کی ہے''۔

آگے کیا کہتے ہیں۔ ''تجزئ في الصلاة من غيرها ولا تجزئ غيرها عنها''[الديباج المذهب: ٩٨] ''کہ فاتحہ نماز کیلئے کافی ہے دوسری قرأت سے، لیکن دوسری قرأت فاتحہ کے علاوہ کفایت نہیں کرتی'' یعنی جس طرح صرف فاتحہ سے نماز ہو جاتی ہے اس طرح مدونہ اگر ہو تو یہ ساری کتابوں سے کفایت کر جائے گی باقی تمام کتابیں جمع بھی کر لی جائیں تو پھر بھی وہ ساری کتابیں مل کر اس کی جگہ کو پورا نہیں کر سکتی۔ اب جناب! امام مالکؒ اور مالکی فقہ کے جو علمبردار ہیں انہوں نے یہ کہا۔ اب آپ

سوچیں اور غور کریں جب اس طرح گروہ بندی اور حزبیت کو ان اقتدار پر اور ان بنیادوں پر مضبوط کیا جائے تو سادہ لوح ہمارے جیسے طالب علم کیوں نہ پختہ ہوں۔ حالانکہ مکمل جو چیز ہے وہ تو صرف کتاب وسنت ہے۔ ﴿الیوم اکملت لکم دینکم......الخ﴾ وہ دین مکمل کون سا ہے؟ وہ دین اسلام ہے جو کتاب وسنت کی شکل میں موجود تھا اور صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا اور اسی پر عمل کرکے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے رضامندی کے سرٹیفکیٹ لیے۔ وہ کتاب وسنت مکمل دین تھا یا نہیں؟ مکمل دین تھا نا۔ تو اس مکمل دین کی تابعداری کرنی چاہیے۔ نہ یہ کہ لوگوں کو یہ کہا جائے یہ میری کتاب مکمل ہے، دوسرا کہے نہیں میری کتاب مکمل ہے، تیسرا کہے نہیں میری کتاب مکمل ہے۔ کس کی مانیں بھائی؟ کوئی کہتا ہے میری مکمل، دوسرا کہتا میری مکمل، رب کہتا میری کتاب مکمل۔ اللہ کیا فرماتا ہے۔ میری کتاب مکمل ہے۔ میں نے جو دین دیا ہے، وہ مکمل ہے۔ اب بتلائیں کس کی مانیں، اللہ کی مانیں۔ ﴿مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حدیثاً﴾ اللہ سے بڑھ کر سچی بات کہنے والا اور کون ہوگا۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ کتاب وسنت کی صورت میں دین میں نے تم کو مکمل دیا ہے۔ لیکن بعد میں آنے والے، صدیوں بعد آنے والے وہ کہتے ہیں یہ کتاب مکمل ہے، دوسرا کہتا ہے یہ کتاب مکمل ہے، انتشار نہیں تو اور کیا ہے۔ اب اس انتشار سے بچا کیسے جاسکتا ہے؟ (اللہ اکبر) جھگڑے سے کس طرح بچا جاسکتا ہے؟

دو فقہی مسائل: دیکھیں فقہی مسائل میں سے صرف دو مسائل پر عرض کرتا ہوں ایک مسئلہ تو یہ رفع سبابہ کا ہے (تشہد میں) اس کے بارے میں فتاوی الغیاثیہ میں فتاویٰ ولواجیہ میں اور فتاوی بزازیہ میں عمدۃ المفتی میں، الظہیر یہ میں، خلاصہ کیدانی میں، ان تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ حرام ہے۔ یہ اشارہ کیا ہے حرام۔ خلاصہ کیدانی یہ وہ کتاب ہے کہ جس کے لوح پر لکھا ہوا ہے پہلے صفحہ پر لکھا ہے۔

تو طریقہ صلاۃ کے دانی تانہ دانی خلاصہ کیدانی

تمہیں اس وقت تک نماز کا طریقہ کس طرح آسکتا ہے جب تک خلاصہ کیدانی کو تو نے نہیں پڑھا۔

اب اس خلاصہ کیدانی میں کیا لکھا ہے؟ کہ تشہد میں انگلی اٹھانا حرام، ظہیریہ میں لکھا ہے حرام غیاثیہ میں لکھا ہے حرام۔ ولواجیہ میں لکھا ہے حرام ہے۔ عمدہ المفتی میں لکھا ہے: حرام، آپ دیکھئے بزازیہ بہت بڑی کتاب ہے فقہ کی۔ ایک مولوی صاحب بہت بڑے ابوالمسعود اپنے دور کے مفتی تھے۔ ان سے کسی نے کہا کہ آپ کتاب کیوں نہیں لکھ دیتے۔ بڑے بڑے مشکل فقہی مسائل کے حوالے سے کوئی کتاب لکھ دیجئے انہوں نے جواب دیا:

''انی استحی من صاحب البزازیه'' ترجمہ: ''مجھے صاحب بزازیہ سے حیا آتی ہے''۔

جب انہوں نے فتاویٰ بزازیہ جمع کر دیا ہے تو اب اس کے ہوتے ہوئے کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ کشف الظنون میں بزازیہ کی تعریف میں یہ بات لکھی ہوئی موجود ہے کہ ابو مسعود بہت بڑے عالم اور مفتی تھے۔ انہوں نے یہ بات کہی اور اس میں بھی کیا لکھا ہے؟ کہ یہ اشارہ حرام ہے۔ لیکن حدیث میں اشارہ کا ذکر موجود ہے یا نہیں؟ بلکہ آپ حیران ہوں گے۔ ایک مولوی صاحب ہمارے پاکستان کے ہیں۔ انہوں نے درس ترمذی میں لکھا ہے کہ بعض وہ بدنصیب بھی ہیں اس مسئلے کے حوالے سے

جب انہیں کہا گیا ہے کہ یہ حدیث میں آتا ہے نبی علیہ السلام نے تشہد میں انگلی سے اشارہ کیا آگے سے کیا کہتے ہیں؟ ''مارا قول امام باید قول رسول کافی نیست'' [درس ترمذی:۲/۶۲] ہمیں امام کا قول دکھاؤ ہمارے لئے قول رسول کافی نہیں ہے۔ یہ کیا دین ہوا؟ یہ حزبیت ہے اسی حزبیت کا نتیجہ ہے کہ جب یہ کہہ دیا گیا۔ کہ اس سے آپ نے باہر نہیں نکلنا میں کیوں نکلوں۔ حدیث کچھ کہتی ہو، قرآن کچھ کہتا ہو، نبی علیہ السلام کچھ فرمار ہے ہوں۔ مگر میرے امام نے کیا کہا ہے؟ میرے لئے امام کا قول چاہیے۔

مسئلہ رضاعت اور فقہ: بھائی قرآن مجید نے تو رضاعت کیلئے دو سال کامل کا ذکر کیا ہے۔ لیکن حاشیے میں لکھا ہوا ہے (اڑھائی سال) ان کے پاس بھی تو دلیل ہوگی نا۔ تب تو انہوں نے اڑھائی سال کہہ دیا۔ (امام حنیفہؒ کے نزدیک مدت رضاعت اڑھائی سال ہے) ہوگئی نا، دلیل ہمیں نظر نہیں آئے، نہ آئے، ہوگی تو ضرور، اتنے بڑے امام نے کہہ دیا۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ وہ بڑے تھے ان کو علم تھا ہمیں اس لئے قرآن دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے جو مسئلہ وہاں سے آگیا بس وہی دین ہے۔ اور دیکھئے اسی طرح مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر اختلاف عام چلتا ہے حالانکہ فاتحہ خلف الامام کوئی مسئلہ نہیں ہے اصل مسئلہ فاتحہ کا ہے خلف الامام کا مسئلہ تو ثانوی ہے اصل مسئلہ بنیادی سورۂ فاتحہ کا ہے نماز فاتحہ کے بغیر ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ مقتدی کی بات تو بعد کی ہے۔ اکیلے کی بھی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ امام کی بھی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں نہ امام کو فاتحہ کی ضرورت ہے نہ اس کے مقتدی کو ضرورت ہے کسی کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿قل هو الله﴾ پڑھے نماز ہو جائے گی فاتحہ اس کے ساتھ بھی ضروری نہیں ہے۔ نظر انداز کر دیں اس مسئلے کو۔ جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ علامہ لکھنویؒ نے ''غیث الغمام'' میں امام شعرانیؒ کے حوالے سے امام ابو حنیفہؒ کا ایک قول ڈھونڈ کے لکھ دیا۔ کہ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں: کہ سری نمازوں میں مقتدی کو بھی فاتحہ پڑھنی چاہیے اب وہ کہتے ہیں کہ یہ قول متداول کتابوں میں نہیں ہے جو اگلا جملہ ہے وہ قابل غور ہے کہتے ہیں کہ: ''لو ثبت ذلک لانه قاطع للنزاع''۔ [غیث الغمام:۲۱۶]

لکھتے ہیں کہ اگر یہ قول ثابت ہو جائے تو جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں قرآن کہتا ہے: ﴿فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول﴾ جو اللہ اور اللہ کے رسول کہیں، مان لو تو معاملہ ختم۔ ﴿ان كنتم تؤمنون بالله﴾ لیکن یہاں کیا ہے اگر یہ قول ثابت ہو جائے تو اس قول کا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ گویا قرآن وحدیث کے دلائل جھگڑا ختم ہونے کا باعث نہیں! جھگڑا ختم ہے امام کے اس قول کے ثابت ہونے سے آپ بتایئے جب جھگڑے ختم ہونے کی علامت محض اپنے امام کا قول تو پھر اس کے بعد یہ جھگڑے ختم ہوں گے یا بڑھیں گے؟ ایک کے نزدیک میرے امام کا قول ثابت ہونا چاہیے۔ دوسرے کے نزدیک میرے امام کا، تیسرے کے نزدیک میرے امام کا، چوتھے کے نزدیک میرے امام کا، پانچویں کے نزدیک میرے امام کا، یہ میرے امام میرے امام۔ یہ بعینہ وہی بات ہے جس کا ذکر ابتدا میں ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے سوال کے حوالے سے اشارہ کیا کہ رافضیت کے ساتھ اختلاف کی بنیاد مسئلہ امامت ہے۔ جس طرح وہاں اختلافات کی بنیاد وہی امامت کا مسئلہ ہے۔ اس طرح یہاں بھی اہل سنت کے مابین بھی اختلاف کا بنیادی مسئلہ امامت کا ہے۔ اگر اس کی بجائے یہ لوگ امام کائنات کو امام مان لیں

تو جھگڑا ختم ہوسکتا ہے۔ جس طرح خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: صحابہ کرامؓ کے جھگڑے ختم ہوتے تھے یا نہیں ہوتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے جھگڑے حضرت ابوبکرؓ کے قول پر ختم ہوتے تھے؟ حضرت عمر فاروقؓ کے قول پر ختم ہوتے تھے؟ ------ قول پر ختم ہوتے تھے؟ صحابہ کرامؓ کے اختلافات نبیؐ کے فرمان پر ختم ہوتے تھے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جو فرماتے تھے صحابہ کرام کے اختلافی مسائل ختم ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ دو پارٹیاں مہاجر اور انصار کی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد قریب تھا کہ ان میں لڑائی اور اختلاف رونما ہو جائے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے انتقال کے بعد خلافت کا حقدار کون حضرت سیدنا ابوبکرؓ کے کہنے پر جھگڑا ختم ہوا اور کس کی تجویز پر جھگڑا ختم ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا سنو! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''الأئمة من قریش'' اب مہاجرین نے کیا کہا ہمارے ہاتھ کھڑے ہیں۔ ہم مہاجرین کے اور قریش کے کفش بردار ہوں گے، ہمارا جھگڑا آج سے ختم جھگڑا کس سے ختم ہوا صحابہؓ کا؟ اگر صحابہؓ کا جھگڑا نبیؐ کے فرمان سے ختم ہوسکتا ہے تو امت کے باقی افراد کا جھگڑا نبیؐ کے فرمان پہ ختم کیوں نہیں ہوسکتا؟ جب صحابہ نہیں یہ کیفیت تھی صحابہ بھی متفق تھے۔ خیر القرون میں بھی اتفاق تھا لیکن جب یہ قدرِ مشترک منتشر ہوگئی۔ لوگوں میں انتشار پیدا ہوگیا تو اختلافات شروع ہو گئے ہمارا مرکز ملت، مرکز عقیدت کیا ہے؟ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جب یہ مرکز عقیدت بدلتا ہے تو پھر اختلاف پیدا ہوتا ہے ہم کہتے ہیں مرکز عقیدت ایک بناؤ۔ ستم کی بات ہے، دکھ کی بات ہے، کہ جس کا جھنڈا اور پھریرا لے کر گلی، کوچے، محلے بازاروں میں ہم نے ان کی عظمت کو لوگوں سے منوانا تھا اس کی عظمت مانو یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو مانو۔ کلمہ پڑھو محمد مصطفیٰ ﷺ کا۔ جن کی ذمہ داری یہ تھی۔ انہوں نے ذمہ داری یہ بنالی ہو حنفی، نبو شافعی، بنو مالکی، ہو حنبلی، ذمہ داری تو ہماری تھی۔ ہم اپنے آپ کو ہی نہیں دوسروں کو بھی محمدی بنائیں۔ بیگانوں کو، غیر مسلموں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دامن سے وابستہ رہنے کی تاکید کرتے، تلقین کرتے۔ بلکہ اگر آپ یہ نہ کہیں جذباتی ہوگیا ہے۔ تو میں ایک بات اور کہہ دوں، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، انصاف نہیں ہوگا۔ جب تک اللہ اپنے نبی کی عظمت منوا نہیں لے گا۔ کوئی فیصلہ نہیں ہوگا حساب کتاب شروع نہ ہوگا جب تک اللہ ساری کائنات سے اپنے نبی کی عظمت نہیں منوالے گا۔ وہ عظمت آج ہی مان لو جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ غیر مسلم بھی مان لیں تب بھی دنیا میں امن۔ یہ ساری لڑائیاں یہ سارے خون خرابے سارے جھگڑے عالمی سطح پر جو ہو رہے ہیں، وہ صرف اس لئے ہیں کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو نہیں مانتے، امت کے مابین اگر جھگڑے ہیں تو اس لئے ہیں کہ ہم نے اپنا مرکز عقیدت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بجائے کسی اور کو بنالیا ہے۔ ہمیں اپنا مرکز عقیدت اپنی محبت کس سے وابستہ رکھنی چاہیے؟ محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔ یہی صحابہ کرام کا طریقہ تھا یہی صراط مستقیم ہے۔ اور اس سے نزاع اور اسی سے جھگڑے ختم ہونے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اسی صراط مستقیم پہ قائم رکھے۔ اپنے نبی کے ساتھ ہماری وابستگی اور ہمارا تعلق مستحکم فرمائے۔ اللہ ذوالجلال ادھر ادھر نہ دکھائے۔ توحید میں ادھر ادھر دیکھیں گے تو گمراہ ہونگے۔ توحید میں کس کی طرف دیکھنا ہے؟ صرف اللہ کی طرف اور رہنمائی میں کس طرف دیکھنا ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بس توحید میں ادھر ادھر دیکھیں گے تب بھی شرک اور رسالت میں ادھر ادھر دیکھیں گے۔

''لضللتم عن سواء السبیل'' تب بھی گمراہی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس ضلالت سے ہمیں بچائے صراط مستقیم پہ گامزن رکھے۔ آمین!